باب۔ ۱۴

تمہید

فص عزیریہ

فص عزیریہ میں شیخ ابن العربیؒ نے چند اہم مسئلے بیان کیے ہیں۔ میں اس تمہید میں ان کو صاف اور واضح کر دینا چاہتا ہوں۔

اللہ: یہ اسم جلیل کبھی ذات کے لیے سمجھا جاتا ہے تو اس کے مقابل اسمائے صفات ہوں گے۔ جیسے حیّ، علیم، مرید۔ (اور) کبھی اسم جامع صفات کمالیہ کے معنیٰ میں۔ اس کی تفصیل تمام اسمائے الٰہیہ ہیں۔ اسم ذات کا کوئی مظہر نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ذات، ہم سے ہمیشہ مستور اور باطن ہی رہتی ہے۔ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ مظاہر اسما ہی ہیں۔ جس شخص میں سے جس اسم کا زیادہ ظہور ہوتا ہے وہ اس کا عبد کہلاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص پر علم کی تجلی ہے اور اس سے علم خوب نمایاں ہے تو وہ 'عبد العلیم' ہے۔ کسی سے قدرت کا ظہور ہو رہا ہے تو وہ 'عبد القدیر' یا 'عبد القادر' یا 'عبد المقتدر' ہے۔ یا رحمت کی تجلی ہے تو' عبد الرحمٰن' یا 'عبد الرحیم' ہے۔ پس "عبد اللہ" وہی ہو گا جس سے تمام اوصافِ الٰہی نمایاں ہوں۔۔۔ ہر حقیقت، ہر ماہیت، ہر عین ثابتہ کے لیے ایک تجلی ہے جس سے وہ عین یا حقیقت نمایاں ہو گی۔ عین ثابتہ کلّی ہو تو تجلی بھی کلّی ہوتی ہے۔ عین ثابتہ جزوی ہو تو تجلی بھی جزوی ہوتی ہے۔ مجمل ہو تو مجمل اور مفصّل ہو تو مفصّل۔

ہر عین ثابتہ پر جو تجلیِ اسمائے الٰہی ہوتی ہے وہ اس کا رب کہلاتی ہے۔ ہر ایک شخص دوسرے سے جدا ہے تو اس پر تجلی بھی جدا ہے۔ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کا رب جدا ہے۔ چوں کہ اسم "اللہ" جامع جمیع صفات و منبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصلِ تجلیات و رب الارباب کہلاتا ہے۔ اس کا مظہر جو عین ثابتہ ہو گا وہ عبد اللہ، عین الاعیان ہو گا۔۔" عبد اللہِ اعظم" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہیں)، اور" ربِّ محمد" رب الارباب اور اسم اعظم ہے۔

ہر زمانے میں ایک شخص قدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رہتا ہے۔ وہ اپنے زمانے کا 'عبد اللہ' ہوتا ہے۔ اس کو قطب الاقطاب اور غوث کہتے ہیں۔۔۔ جو عبد اللہ محمدی المشرب ہوتا ہے، وہ بالکل بے ارادہ

تحتِ امر اور قربِ فرائض میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے (تو) اس کے توسط سے کرتا ہے۔ سب سمجھتے ہیں کہ اس شخص کی بڑی قدرت ہے، اور (دوسری طرف) وہ ہے کہ اپنے کو بے بس (اور) بے طاقت جانتا ہے۔۔۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اِس گولے (یعنی بلب) کی تیز روشنی ہے، اور گولہ (یعنی بلب) زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ دھوکا نہ کھاؤ یہ روشنی منٹ (یعنی بجلی گھر) سے آرہی ہے۔ ذرا کھٹکا دباؤ (یعنی سوئچ آف کرو) سب نور کافور ہے۔۔۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بدر (یعنی چاند) کس قدر تاباں ہے۔ وہ پکار کر کہہ رہا ہے (کہ) میری اصل حالت دیکھنا ہے تو خسوف و کسوف میں (گرہن کے وقت) دیکھو۔ مجھے نور سے کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔ ظلمت میری اصل ہے۔ یہ نورِ شمس ہے، (سورج کی روشنی ہے) جس کو تم دیکھ رہے ہو۔

قضا و قدر: ان لفظوں کے معنیٰ میں علما کا اختلاف ہے۔ شیخ (ابن عربیؒ) عالم کے پروگرام (یا) نظام العمل کو قضا اور اس کی متابعت میں ایک ایک چیز جو نمایاں ہوتی ہے اس کو قدر کہتے ہیں۔ بعض علما اس کے برعکس، یعنی نظام العمل کو قدر اور اس کی مناسبت میں ایک ایک چیز کے پیدا ہونے کو قضا کہتے ہیں۔ ولا مشاحۃ فی الاصطلاح (یعنی اصطلاح میں کوئی غلطی نہیں)۔

اس مسئلے کے سمجھنے کے لیے پہلے اس کا تصفیہ کرلو کہ خدائے تعالیٰ کیا سب چیزوں کو جان کر پیدا کرتا ہے یا پیدا کرنے کے بعد جانتا ہے کہ میں نے جو چیز پیدا کی ہے وہ ایسی ہے۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ اللہ تعالیٰ جان کر پیدا کرتا ہے۔ پیدا کرنے کے بعد نہیں جانتا۔ یعنی مرتبۂ علم، مرتبۂ قدرت سے پہلے ہے۔ علم ایک طور پر اضافی چیز ہے۔ علم کے لیے عالم و معلوم دونوں کی ضرورت ہے۔ قبل خلق جو معلوماتِ الٰہی علم میں ہیں ان کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ یہی معلومات جب خارج میں پیدا ہوتے ہیں تو ان کو اعیان، اعیانِ خارجیہ، یا اعیان موجودہ کہتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان کی اصطلاح میں وجودِ علمی کو ثبوت اور وجودِ خارجی کو وجود کہتے ہیں۔ ابھی ہم نے بیان کیا کہ اعیان ثابتہ و حقائقِ اشیا پر اسمائے الٰہیہ کی تجلی ہوتی ہے تو موجود فی الخارج معلوم ہوتے ہیں، اور نمایاں ہوتے ہیں۔ تجلیِ اسمائی نہ ہو تو کوئی چیز رونما نہ ہو۔ جیسی چیز ہوتی ہے، جس طرح اس عین کی حقیقت ہوتی ہے، جیسا اقتضا ہوتا ہے (اور) جیسی اس کی فطرت ہوتی ہے، ویسے ہی اس کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ اس کو اس کے اقتضا کے موافق وجود بخشتا ہے۔ ہر شئے کے ساتھ اس کے لوازم لگے رہتے ہیں۔ اعیان و حقائق تحتِ قدرت نہیں ہیں، نہ مخلوق ہیں۔ کیوں کہ علم الٰہی قدیم ہے۔ علم الٰہی حادث ہو تو جہل لازم آئے گا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جیسی چیز کی حقیقت ہو، اللہ تعالیٰ ویسا ہی اس کو نمایاں کرے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ چیز حقیقتاً کچھ ہے، اور پیدا اور طرح کی جارہی ہے۔ شیخؒ کہتے ہیں کہ علم، تابعِ معلوم ہے۔

Siddiqui Publications

یعنی جیسی چیز کی حقیقت ہے ویسا ہی اللہ تعالیٰ جانتا ہے (اور) ویسا ہی پیدا کرتا ہے۔ شر ہے تو شئے کی حقیقت کا اقتضا ہے۔ خیر ہے تو اس کی حقیقت کا اقتضا ہے۔ خدائے تعالیٰ اچھے کو برا (اور) برے کو اچھا نہیں کرتا۔ بلکہ برے کو برا نمایاں کرتا ہے، اچھے کو اچھا۔ گھوڑے کو سونڈ، اور ہاتھی کو ایال (یعنی گردن پر بڑے بڑے بال) نہیں دیتا۔ چور سے اس کے اقتضا کے موافق چوری ظاہر کرتا ہے۔ (وہ) اچھے خاصے آدمی کو چور نہیں بناتا۔ بُرے ہو تو تم، اچھے ہو تو تم۔ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم، (یعنی) مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ کو ملامت کرو، (ابراھیم:۲۲)۔ قُلْ فَلِلَّـهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ، [(یعنی) کہدو کہ اللہ کی حجت کامل ہے، (الانعام:۱۴۹)]، اللہ کی حجت سب پر قائم ہے۔ وَكَلِمَةُ اللَّـهِ هِيَ الْعُلْيَا، [(یعنی) اور اللہ کی بات اعلیٰ و بالا ہے، (التوبۃ:۴۰)]، اللہ کا بول بالا ہے۔

شیخؒ کہتے ہیں (کہ) مسئلۂ تقدیر اس قدر بدیہی اور واضح ہے کہ اپنی شدتِ ظہور کی وجہ سے لوگوں کی بصیرت و عقل سے مخفی ہو گیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ جیسی استعداد ہوتی ہے اسی کے لائق اس پر صورت عائد ہوتی ہے۔ ویسی ہی حالت و کیفیت بدلتی ہے۔ استعداد و قابلیت دو طرح پر ہے۔ استعدادِ کلّی، جو عین ثابتہ، حقیقت، فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے۔ جس طرح معلوم الٰہی، تحتِ قدرت نہیں اسی طرح اس کی استعدادِ کلّی بھی تحتِ قدرت نہیں۔ اس لیے کہ لوازم طبیعت، علم الٰہی سے ہے۔ علم الٰہی تحتِ قدرت نہیں، بعدِ کُن نہیں (اور) مخلوق نہیں۔ تو اس کے لوازم یعنی استعدادِ کلّی بھی تحت کُن نہیں، مخلوق نہیں۔ حقیقت کے متعلق کیوں کا سوال نہیں چل سکتا۔ یہ لِمَ اور کیوں کا سوال بڑھتے بڑھتے عین ثابتہ تک پہنچ کر مضمحل ہو جاتا ہے اور دریائے حیرت میں جاکر ڈوب جاتا ہے۔ جس پر سرّ قدر (یا تقدیر کے راز) کا انکشاف ہوتا ہے، اس کا دل ساکن ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان ملامت سے ناآشنا ہو جاتی ہے۔ دنیا و مافیہا اس کو ایک تماشا معلوم ہوتا ہے۔

تماشا گاہ عالم ہے کسی استاد کامل کا
یہ ہم تم کیا ہیں گویا سینما کی چند تصویریں

عارف۔۔مالدار کو دیکھتا ہے۔ (وہ) چور کو چراتے ہوئے، کوتوالی والوں (یعنی پولیس) کو چور کو پکڑتے ہوئے، مستغیث کو استغاثہ کرتے ہوئے (اور) حاکم کو مقدمے کی سماعت کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ پھر دونوں طرف کے وکیلوں کا روپیہ کمانے کے لیے بال کی کھال کھینچنا، حاکم کا سزا سنانا اور مہتمم مجلس (یعنی جیلر) کا اسے قید میں رکھنا۔۔ یہ پورا سماں اس کی آنکھیں دیکھتی ہیں اور (وہ) چور کی استعدادِ کلّی کی تفصیل اور اس کے جزئیات سمجھتا ہے۔ وہ خوب سمجھتا ہے کہ اِس وقت ایسا ہی ہونا تھا۔

جب مشترک لفظ، ایسے مختلف معانی میں مستعمل ہوئے ہیں کہ ان کے محل و مراد کے نہ سمجھنے سے، عرفان ایک طرف، ایمان تباہ ہو رہا ہے اور مختلف مذاہب پیدا ہو رہے ہیں۔

ولی: قریب، آقا، چچازاد بھائی، مدد گار، کارساز، دوست، محبوب و محب، پشت پناہ اور مویّد۔ ولی اللہ کی صفت بھی ہے اور مخلوق کی بھی۔ لہٰذا ولایت ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ کیوں کہ اللہ ابدی ہے تو ولایت بھی ابدی ہے۔ اللہ سب کا ولی ہے، والی ہے آقا ہے۔۔ سب کا۔۔ کافر ہو یا مسلمان ہو۔ دوست ہے، کارساز ہے، محبوب بھی ہے اور محب بھی۔

سیدی عبد القادر جیلانیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ، ولی ہیں۔ صاحب قربِ الٰہی ہیں۔ اللہ کے محبوب و محب ہیں۔(وہ) نبی و رسول، جانبِ قرب حق، سے لیتے ہیں اور جانبِ مخلوق سے دیتے ہیں، تبلیغ کرتے ہیں۔ خدا سے سنتے ہیں اور بندوں کو سناتے ہیں۔

نبی: صاحبِ نبا(یا) خبر۔ بعض دفعہ لغوی معنیٰ نبا بمعنیٰ خبر سے، نبی کے معنی لیتے ہیں(یعنی) خبر دار، واقف۔ نہ کہ مذہبی اصطلاحی نبی یعنی پیغمبر۔۔۔ چالاک لوگ اول نبی بمعنیٰ واقف، صاحب الہام و کشف منواتے ہیں۔ دو چار پیشگوئیاں کر دیتے ہیں جو صحیح نہیں اترتیں۔ ان کی تاویل کرتے ہیں۔ بات بنانے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ جاہل چکر میں آجاتے ہیں، کذّابوں کو بھی مان لیتے ہیں۔ لاکھ ان سے کہا جائے کہ (حدیث میں) الا انّہٗ لا نبی بعدی، آیا ہے [(یعنی) یہ جان لو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں،(صحیح البخاري، سنن ابن ماجہ، سنن الترمذي، مسند احمد،)] تو وہ نہیں مانتے۔ کذب و جھوٹ کا ایسا سحر ہو گیا ہے کہ اب وہ حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے۔ انسان کے دل میں ایک بات اتر جائے پھر ٹل نہیں سکتی۔

اسی طرح وحی کے معنیٰ اشارہ کرنے، الہام کرنے کے بھی ہیں۔ جیسے، وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ، [(یعنی) اور تمھارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا،(النحل:۶۸)] اور، وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ، [(یعنی) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو اشارہ کیا،(القصص:۷)]۔ وحی کے اصطلاحی معنیٰ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کو بذریعۂ جبریل احکام و تعلیمات دینا (ہے)۔ 'مذہبی ڈاکو' مشترک لفظ کہہ کر مغالطہ دیتے ہیں۔ دعویٰ ایک چیز کا کرتے ہیں، ایک معنیٰ کے لحاظ سے کرتے ہیں،(لیکن) ثبوت دیتے ہیں تو ایک دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے۔

رسول: صاحبِ وحی، پیغامبر، تبلیغ احکام الٰہی کرنے والا، صاحبِ کتاب یا صحیفہ،(اور) مہبطِ جبریل امینؑ ہے۔(وہ) صاحبِ معجزات ہوتا ہے۔ نبی کا لفظ رسول سے عام ہے۔ کیوں کہ نبی کو صاحبِ کتاب ہونا یا بعض کے پاس صاحبِ تبلیغ و صاحبِ امت ہونا بھی ضروری نہیں۔ حدیث میں وارد ہوا ہے (کہ) العلماء ورثۃ الانبیاء، [(یعنی) علما انبیا کے وارث ہیں(سنن الترمذي، سنن ابي داود، فتح الباري، المنتقى شرح موطأ مالک)]۔ جب تبلیغ بند ہے

(اور) ولی صاحبِ تبلیغ نہیں ہے تو اس کو وراثت میں کیا ملا۔۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں ولی کے کمالات تابعِ نبی ہیں وہاں اجتہاد کی صورت میں تبلیغ بھی وراثت میں ملی ہے۔ جہاں کسی مسئلے میں قرآن و حدیث میں کوئی حکم یا نص نہ پائے گا، اجتہاد کرے گا۔ قرآن و حدیث کی اتباع میں حکم دے گا۔

ولایت اور رسالت میں سے (کیا) کوئی چیز دائمی و ابدی ہے۔۔؟ اس کا جواب یہ ہے، {جیسا کہ گذرا} ولی، اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے۔ نبی یا رسول، اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ لہٰذا ولایت ابدی و ہمیشہ باقی رہتی ہے، اور رسالت منقطع و ختم ہو جاتی ہے۔۔۔ رسالت کب تک باقی رہتی ہے۔۔؟ بعض کہتے ہیں، دارالتکالیف و (دار) العمل یعنی دنیا ختم ہوتے ہی نہ تکلیف رہتی ہے نہ اوامر و نواہی کا سلسلہ ہی باقی رہتا ہے، لہٰذا رسالت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ روزِ قیامت بچوں کو، مجنونوں کو (اور) اہل فترت کو {یعنی ان لوگوں کو جن کو رسالت کے احکام نہیں پہنچے اور ایسے زمانے میں تھے کہ پیغمبروں کی تعلیم باقی نہ تھی} تبلیغ کی جائے گی یعنی ان میں سے ایک رسول بنا دیا جائے گا۔ وہ دوزخ میں گرنے کا حکم دے گا۔ جو گرے گا وہ نجات پا جائے گا اور دوزخ ان پر سرد ہو جائے گی۔ جو، ان کے رسول کی اطاعت نہ کریں گے، دوزخ میں نہ گریں گے وہ مستحقِ عذاب ہوں گے۔ زبردستی دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اس کے بعد سلسلۂ تبلیغ ختم ہو گا۔

ولایت چوں کہ قربِ الٰہی کا نام ہے وہ برقرار رہے گی اور نبوت بمعنیٰ معرفتِ الٰہی کے وہ بھی باقی رہے گی۔ تجلیاتِ حقہ کی انتہا نہیں، تو معرفت کی بھی انتہا نہیں۔

ولایت کا بڑا مرتبہ ہے یا رسالت کا۔۔؟ قربِ الٰہی کا مرتبہ زیادہ ہے یا تبلیغ کا۔۔؟

(ان) کا جواب یہ ہے کہ رسول کی جانبِ قرب الٰہی، جانبِ تبلیغ بامّت سے افضل ہے۔ نہ کہ ولایت تابعِ رسالت، رسولِ متبع سے افضل ہے۔۔۔ متبوع ہمیشہ اپنے تابع سے افضل ہی رہے گا۔ یہ ہیں معنیٰ الولایۃ افضل من النبوۃ کے، یعنی ولایتِ نبی، نبوتِ نبی سے افضل ہے۔

Siddiqui Publications

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ

Siddiqui Publications